افکار

— ۱ —

ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب سے متعلق اخبارات میں بیانات پڑھ کر یہ گمان ہو گیا تھا کہ موصوف حلت ربوا کے حق میں ہیں ۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے مقالہ '' تحقیق ربوا'' کے مطالعہ کے بعد وہ گمان اس یقین سے بدل گیا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کا موقف اسلامی ربوا کی بابت وہی ہے جو ایک محقق مسلمان کا ہونا چاہیے ۔

احقر نے ڈاکٹر صاحب کے مقالہ '' تحقیق ربوا '' کو بالاستیعاب پڑھا ۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب نے اس مقالہ کو بڑی قابلیت اور تحقیق سے مرتب فرمایا ہے اور احقر بلا خوف لومۃ لائم اس مقالہ کی بابت چند سطور میں اظہار خیال کرنے پر مجبور ہے ۔

ابتدائے مقالہ میں ڈاکٹر صاحب نے تمام قرآنی آیتوں کو جمع کر دیا ہے جن میں کسی نہ کسی اعتبار سے لفظ '' ربوا '' حق تعالی نے ذکر فرمایا ہے نیز مشہور مفسرین نے ربوا کی بابت جو توضیحات کی ہیں ان کو بھی بیان کردیا ہے ۔ اس کے بعد بیشتر ان احادیث کو یکجا کر دیا ہے جن میں ربوا کی مختلف صورتوں پر مختلف اوقات میں صحابہ کا تعامل رہا ہے ۔

قرآن کی آیات اور احادیث نبوی میں ربوا سے متعلق جن توضیحات کا ذکر ملتا ہے اور پھر فقہائے کرام نے ربوا سے متعلق جو تشریحات فرمائی ہیں سب کے مطالعہ کے بعد ربوا کی کوئی ایک تعریف جامع اور مانع سمجھ میں نہیں آتی ۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

احادیث نبوی میں ربوا سے متعلق جو مواد فراہم ہوتا ہے اس کے مفہوم میں بظاہر باہم تضاد پایا جاتا ہے۔ حدیث نبوی پر ایمان و یقین کے لئے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ربوا سے متعلق احادیث کے اس تضاد کو رفع کیا جائے۔

اس سلسلے میں علامہ ابن‌قیم رح نے اپنی مشہور کتاب اعلام الموقعین میں ربوا سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ بظاہر قرین قیاس اور اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے۔ جس کو پڑھ کر ایک طالب حق کا ذہنی خلجان یک گونہ رفع ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم کے بیان پر علامہ رشید رضا مصری نے جو تبصرہ کیا ہے، ان دونوں کو اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:—

''ربوا کو اجمالی طور پر دو قسموں پر منقسم کیا جا سکتا ہے: ایک ربائے جلی جس کو ربا القرآن سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اس ربوا کو حلال جاننے والے کے حق میں فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ کی شدید وعید آئی ہے اور بلا شبہ یہ ربوا سخت حرام ہے۔ ربا کی دوسری قسم جس کو ربا الحدیث کہا جا سکتا ہے ربوا الفضل ہے جس کی مختلف شکلیں اور صورتیں اشیا اور زمانوں کے اختلاف سے تبدیل ہو جاتی ہیں۔

یقیناً ربا الحدیث یا ربوا الفضل کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی احادیث مبارکہ میں صراحۃً نہیں وارد ہے وہ بھی منہیات میں داخل ہیں لیکن نہ اس شد و مد والی نہی جس پر '' حرب من اللہ '' کی شدید وعید ہے۔ اور ربا الحدیث یا ربا الفضل کی بعض صورتیں وہ ہیں جن کا ذکر احادیث میں ہے اور جن پر بلا تامل صحابہ کا تعامل رہا ہے اور ان صورتوں کو حرام نہیں سمجھا گیا۔ کما لا یخفی علی من لہ ادنی مناسبۃ بالحدیث۔

ربا القرآن اور ربا الحدیث یا ربوا الفضل میں باہم فرق کرنا اور ان کے مفاہیم میں باہم امتیاز کرنا ازبس ضروری ہے۔''

احقر کے خیال اور دانست میں ربا القرآن تو اپنے مفہوم اور معنی کے لحاظ واضح ہے کیونکہ ربوا والی آیت کو اکثر مفسرین نے آیات محکمات میں شامل کیا ہے جو اپنے معانی اور مدلولات میں متعین اور واضح ہوتی ہیں اور ربا الحدیث

یا ربا الفضل (ربائے خفی) جس کے معانی میں باہم اختلافات نظر آتے ھیں علمائے عصر کی جدید تحقیقات اور تصریحات کی ان میں شدید ضرورت محسوس ہوتی ھے - جن کی روشنی میں ربا الفضل سے پیدا ہونے والی مختلف صورتوں میں امت کے لئے راہ عمل واضح اور متعین ہو سکے اور کسی قسم کا اشتباہ نہ رھے -

جناب ڈاکٹر صاحب نے ربا الفضل کے ذیل میں مثالاً بعض ایسی احادیث کی طرف بھی رھنمائی کی ھے جو در حقیقت ربا کی کسی بھی تعریف کے ذیل میں نہیں آتیں بلکہ ان احادیث میں جس قرض کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ ادا کیا گیا ھے وہ استحسان اور تبرع کی مثالیں ھیں (ص ۸۶ تحقیق ربوا) - احادیث کے مطالعہ سے اور بھی بعض ایسی مثالیں ملتی ھیں جن میں حسن ادائیگی کے پیش نظر واجب الادا رقم سے کسی قدر زائد دیا گیا ھے - یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں احسان اور تبرع کی مثالوں میں آسکتی ھیں - کیونکہ یہ زیادتی (فضل) نہ تو واجب‌الادا اور رقم مطالبہ میں شامل ھے اور نہ ھی قرضخواہ کی طرف سے اس زیادتی کا مطالبہ ھے - اور نہ یہ تاخیر مدت کے عوض میں ھے اور نہ ھی عقد کے وقت اس زیادتی کا ذکر عاقدین کے مابین ھوا تھا - اس لئے ڈاکٹر صاحب موصوف کا ان احادیث کو ربوا الفضل کے سلسلے میں مثال میں پیش کرنا مناسب نہیں معلوم ھوتا -(۱)

رھا بینک کے سود کا مسئلہ جس کی بابت ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا ھے کہ ”ھمارا موجودہ معاشرہ قرآن کے اعلیٰ معیار سے بہت دور ھے .... ایسی صورت میں معاشرے کی اصلاح کئے بغیر بنکوں کے منافع کو منسوخ کردینے اور قرض حسنہ پر معاشی نظام کی بنیاد رکھنے کی دعوت دینا معاشی موت کو بلانا ھے .....“۔

اس سلسلہ میں احقر کا کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ھے - ھاں صرف اتنا عرض ھے کہ یہاں معاملہ بھی اس قسم کا نہیں کہ بینک کے سود کو

---

(۱) یہ احادیث ربوا الفضل کی مثال کے طور پر نہیں بلکہ ربوا کی اس تعریف کی تردید کے لئے پیش کی گئی ھیں جس پر مفتی محمد شفیع صاحب وغیرہ نے اپنے نظریات کی بنیاد رکھی ھے ' یعنی ” ھر وہ قرض جس سے نفع حاصل ھو ربوا ھے “ ملاحظہ فرمائیے ”تحقیق ربوا“ ص۸۴ خط کشیدہ سطر (”تعریف زیر بحث اس طرح مانع بھی نہیں“) جہاں سے ان احادیث پر بحث شروع ھوتی ھے - (مدیر)

جائزکہا جارہا ہے یا اس کے جواز کی کوئی راہ نکالی جارہی ہے۔بلکہ قابل توجہ اور لائق تامل یہ بات ہے کہ فوری طور پر بینکوں سے بے تعلق ہوجانا آیا ہمارے لئے ممکن بھی ہے، تاوقتیکہ ہمارے معاشی وسائل اور ذرائع آمدنی ایسے قوی نہ ہو جائیں کہ بینک وغیرہ سے امداد لئے بغیر ہم خود کفیل ہوسکیں؟ پھر بھی اس معاملہ میں علمائے عصر کے فیصلہ اور کسی واضح اور قطعی رائے کی ضرورت ہے -

اور آخر الذکر پیراگراف کی بابت میں بھی اپنے رفیق کار کرم فرما محمد مسلم صاحب پروفیسر نیشنل کالج کے خیال سے متفق ہوں ۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب -

محمد علی لطفی
(صدر شعبہ دینیات، نیشنل کالج، کراچی)

—: ۴ :—

جناب ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کی ''تحقیق ربوا،، پر میرے رفیق شفیق مولانا محمد علی لطفی استاد دینیات نیشنل کالج کراچی نے جو اظہار خیال فرمایا ہے مجھے اس سے کامل اتفاق ہے ۔

اس کے ماورا اس خاکسار غیر عالم کے کچھ معروضات شاید قابل توجہ ہوں :—

(۱) ربا النسیہ اور ربا الفضل کی تقسیم کو نص صریح سے کوئی خاص تعلق نظر نہیں آتا ۔ یہ بعد کی فقیہانہ موشگافی ہے ۔ نص صریح قرآن میں ربوا کا ذکر ایک معلوم حقیقت کے طور پر آیا ہے۔اس پر صحاح ستہ میں الربا فی النسیہ کی تعین تو قابل فہم ہے ۔ لیکن اس کی نوع ربا الفضل کو قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا - ربا الفضل کی جتنی قسمیں بیان کی گئی ہیں مثلاً مزارعہ - محاقلہ - مخابرۃ - نفع خوری ۔ ذخیرہ اندوزی - وہ سب محرمات مکروہات یا معاصی کی فہرست میں داخل کی جاسکتی ہیں . مگر ان پر ربوا کا اطلاق درست معلوم نہیں ہوتا ۔ جیسے خمر اور خنزیر کو ایک ہی نوع محرمات میں شامل کرنا درست نہیں -

(۲) ایک چیز ہے احکام منصوصہ یا قانون جسے فتویٰ کہتے ہیں - اور ایک چیز ہے تبرع اور احتیاط جسے تقویٰ کہتے ہیں - حضرت امام ابوحنیفہ کا فرمانا کہ قرضدار کی دیوار کے سائے میں بیٹھنا بھی درست نہیں - یہ بھی رباالفضل میں شمار ہو سکتا ہے - مگر یہ قانون یا فتویٰ نہیں بلکہ مقتضائے تقویٰ ہے -

(۳) رسول اللہ صلعم کے حکم سے دائن کو تلاص الصدقہ میں سے دو اونٹ دلوادینا یا ''لا باس یداً بید'' ارشاد بھی ربوا سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ پہلے سے معاملہ کے وقت کسی مقررہ شرط یا معاہدے کے بغیر تبرع یا احسان شناسی کے طور پر ایک ہدیہ یا احسان تھا - کیونکہ انحضرت صلعم کا یہ طریقہ تھا کہ ہدیہ یا احسان کا بدلہ ضرور چکا دیا کرتے تھے لہذا اسے ربا یا رباالفضل کہنا صحیح نہیں - صحیح مسلم یا دیگر صحاح کا اسے حسن قضا سے تعبیر کرنا صحیح مسلک ہے - (۲) مگر اس اصول پر اس کا اطلاق صرف مویشی پر نہیں اور اجناس پر بھی ہونا چاہئیے - بہر حال رباالفضل معصیت سہی ربوا نہیں ہو سکتا -

ڈاکٹر صاحب نے اس پہلو پر بھی مدلل بحث کی ہے مگر میں ایسے قابل بحث ھی نہیں سمجھتا -

(۴) رہا بینک کے سود کا معاملہ اسے وہ پاکستان کی موجودہ اقتصادی حالت کے پیش نظر نہیں حل کر سکے - یا یہ اقتصادی گورکھ دھندا مجھ اقتصادیات سے نا بلد کی سمجھ میں نہ آیا اور تشفی نہ ہوئی - (۳)

محمد مسلم

(نیشنل کالج کراچی ' سابق صدر شعبہ عربی ' فارسی و اردو
سینٹ کولمباز کالج ' سبزی باغ - بہار)

---

(۲) ملاحظہ فرمائیے حاشیہ ماسبق - (مدیر) -

(۳) '' اسلامی رفاہی تعاونی دولت مشترکہ '' Islamic Welfare Co-operative Commonwealth کی تعمیر کا خاکہ اگر پیش نظر ہو تو یہ '' گورکھ دھندا '' حل ہو سکتا ہے - (مدیر) -

ٹیکنیکل پرنٹرز کراچی